روزنامہ
الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۶/۴۱ | ہفتہ ۸۔ رجب ۱۴۱۱ھ، ۲۶۔ صلح ۱۳۷۰ ہش، ۲۶۔ جنوری ۱۹۹۱ء | نمبر ۲۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عاشق کی طرح ربّ کو یاد کرنا

"(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جب تم ہماری تخلیق پر غور کرو گے تو ہم سے اس طرح تمہاری شناسائی ہو جائے گی، ایسا گہرا تعلق پیدا ہو جائے گا کہ عاشق کی طرح تم خود بخود ہمیں یاد کرنے لگو گے۔ اور پھر دن رات یاد کرو گے۔ لیٹے ہوئے اپنے پہلوؤں پر اس وقت بھی ہمیں یاد کرو گے۔ اٹھتے، چلتے، پھرتے، بیٹھتے، گویا کہ ہر حالت میں ہم تمہیں یاد رہیں گے۔"

(سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"ہاں! یہ سچی بات ہے۔ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے تصرفات بے حد و بے شمار ہیں۔ ان کی تعداد اور گنتی ناممکن ہے۔ انسان جس قدر زہد اور مجاہدہ کرتا ہے۔ اسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا جاتا ہے اور اس نسبت سے ان تصرفات کا ایک رنگ اس پر آتا جاتا ہے۔ تصرفات اللہ کی واقفیت کا دروازہ اس پر کھلتا ہے۔ اس امر کا بیان کر دینا بھی مناسب موقع معلوم ہوتا ہے کہ تصرفات بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک باعتبار مخلوق کے اور دوسرے باعتبار قرب کے۔"

(ملفوظات جدید جلد اوّل صـ۷۴)

"انسان دعا کے وقت تمام قویٰ سے کام لے کر خدا تعالیٰ کی طرف آتا ہے۔ یہ ایک ادبی اور گستاخی ہے کہ قویٰ سے کام نہ لے کر اور قانون قدرت کے قواعد سے کام نہ لے کر آوے۔ مثلاً کسان اگر تخم ریزی کرنے سے پہلے ہی یہ دعا کرے کہ الٰہی! اس کھیت کو ہرا بھرا کر اور پھل پھول لا، تو یہ شوخی اور ٹھٹھا ہے۔ اسی کو خدا کا امتحان اور آزمائش کہتے ہیں جس سے منع کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ خدا کو مت آزماؤ۔ جیسا کہ مسیح علیہ السلام مائدہ مانگنے کے قصہ میں اس امر کو بوضاحت بیان کیا گیا ہے۔ اس پر غور کرو اور سوچو۔"

(ملفوظات جدید جلد اوّل صـ۷۸)

متّقی اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے

اقتباس از خطبہ عید الفطر فرمودہ حضرت امام جماعت احمدیہ (الاوّل) اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو

"ایک صورت خدا تعالیٰ کے ساتھ ند نہ بنانے کی اعتقادی طور پر ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا کوئی ند اور مقابل نہ ہو۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ کی جس طرح پر عبادت کی جاتی ہے۔ جس طرح اس کے احکام کی تعمیل اور امر کی تعظیم کی جاتی ہے دوسرے کے احکام و اوامر کی ویسی اطاعت، وہی تعمیل، وہی تعظیم اسی طرز و نہج پر امید و ڈر ہرگز نہ ہو اور کسی کو اس کا شریک نہ بنایا جاوے۔

جب انسان ان دونوں مرحلوں کو طے کر لیتا ہے یا یوں کہو کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑتا اور اس کی اطاعت اور صرف اسی کی اطاعت کرتا ہے تو پھر اس کا آخری مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ وہ متقی ہو جاتا ہے۔ تمام دکھوں سے محفوظ ہو کر سچی راحتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ پس نوحؑ نے آکر اپنی قوم کے سامنے وہی تعلیم پیش کی جو تمام راستبازوں کی تعلیم کا خلاصہ اور انبیاء اور رسل کی بعثت کی اصل غرض ہوتی ہے اور پھر انہیں کہا ...... کہ تم متقی کیوں نہیں بنتے؟ یاد رکھو انسان کو جس قدر ضرورتیں پیش آسکتی ہیں۔ جس قدر خواہشیں اور امنگیں اسے کسی کی طرف کھینچ کر لے جا سکتے ہیں۔ وہ سب تقویٰ سے حاصل ہوتی ہیں۔ متقی اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے اور اللہ سے بڑھ کر انسان کسی دوست اور حبیب کی خواہش کر سکتا ہے۔ تقویٰ سے انسان خدا تعالیٰ کے تولّا کے نیچے آتا ہے۔ متقی کے ساتھ اللہ ہوتا ہے۔ متقی کے دشمن ہلاک ہوتے ہیں۔ متقی کو اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے تعلیم دیتا ہے۔ متقی کو ہر تنگی سے نجات ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ متقی کو ایسی راہوں اور جگہوں سے رزق پہنچاتا ہے۔ کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا...

..... اب مجھے کوئی بتاوے کہ انسان اس کے سوا اور چاہتا کیا ہے۔ اس کی تمام خواہشیں۔ تمام ضرورتیں۔ تمام امنگیں اور ارادے ان سات باتوں میں آجاتی ہیں اور یہ سب متقی کو ملتی ہیں۔"

(خطبہ عید الفطر فرمودہ ۱۷۔ جنوری ۱۹۰۲ء)

سانحۂ ارتحال

○ مکرم ڈاکٹر مرزا عبد القیوم صاحب دارالصدر غربی ربوہ جو ایک لمبے عرصہ تک جماعت احمدیہ نوشہرہ چھاؤنی کے پریذیڈنٹ رہے۔ چھیاسی سال کی عمر میں تین ماہ کی شدید علالت کے بعد ۱۹۔ جنوری ۹۱ء کو کراچی میں وفات پا گئے۔ آپ کی نماز جنازہ ۲۱۔ جنوری کو محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے بعد نماز فجر پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ جہاں مکرم ڈاکٹر مرزا عبد الرؤف صاحب امیر جماعت ضلع اٹک نے دعا کروائی۔ آپ کے پس ماندگان میں تین بیٹیاں فرخندہ اختر صاحبہ اہلیہ کموڈور ریٹائرڈ رحمت اللہ صاحب باجوہ کراچی زاہدہ اختر صاحبہ اہلیہ پروفیسر مبارک احمد صاحب انصاری ربوہ، نعیمہ اختر صاحبہ اہلیہ ملک نسیم احمد صاحب کوئٹہ اور بیٹے مرزا یوسف احمد صاحب ربوہ ہیں۔ احباب سے محترم ڈاکٹر صاحب کے درجات کی بلندی اور پسماندگان کیلئے صبر جمیل کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

ضروری اعلان

○ نظارت تعلیم کے اعلان پر جنہوں نے بطور ٹیچر درخواست دی ہے ان سب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ اس سلسلہ میں انٹرویو تحریک جدید کے پرانے گیسٹ ہاؤس میں جو تحریک جدید کے دفتر کے احاطہ میں کونے پر واقع ہے حسب ذیل پروگرام کے مطابق لئے جائیں گے۔ تمام امیدوار انٹرویو کے لئے وقت مقررہ سے پندرہ منٹ پہلے گیسٹ ہاؤس میں پہنچ جائیں۔

۱۔ خواتین ٹیچرز ۳۰۔ جنوری ۱۹۹۱ء بروز بدھ تین بجے بعد دوپہر۔

۲۔ مرد ٹیچرز ۳۱۔ جنوری ۱۹۹۱ء بروز جمعرات تین بجے بعد دوپہر۔

(ناظر تعلیم)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ
مقامِ اشاعت: دارالنصر غربی ۔ ربوہ

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۶۔ صلح ۱۳۷۰ہش ۲۶۔ جنوری ۱۹۹۱ء

جنگ رُکوائیے

جب سے خلیج میں جنگ چھڑی ہے اور امریکہ کے اتحادیوں نے عراق پر تابڑ توڑ حملے شروع کئے ہیں مختلف ممالک میں یا تو جنگ بند کرنے کیلئے مظاہرے کئے جا رہے ہیں یا بلا واسطہ صدّام کا نام لے کر اسکی حمائت کا اظہار کیا جا رہا ہے ۔ ان مظاہروں میں بھی شدّت آ رہی ہے ۔ اور حمائت کا بھی روز بروز اظہار بڑھ رہا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ کویت پر قبضہ کر کے عراق نے کچھ اچھا نہیں کیا بلکہ عالمی قانون کی سخت خلاف ورزی کی ہے اور اس ناطے ساری دنیا صدّام حسین کو بُرا بھلا کہہ رہی ہے لیکن کیا اس کے نتیجہ میں امریکہ کو دنیا بھر کی فوجیں اکٹھی کر کے عراق پر حملہ کر دینا چاہیئے تھا ۔ یہ جُرم اس جُرم سے کہیں زیادہ سنگین ہے جو صدّام حسین نے کیا تھا ۔ کوئی کسی کو ایک تھپڑ مارے اور دوسرا اسے اس "جُرم" میں فنا ہی کر دے یہ کہاں کا انتقام ہے ۔ اسے کس طرح جوابی حملہ کہا جا سکتا ہے ۔

کویت سے عراق کو نکالنے کیلئے گفت و شنید تو ہو ہی رہی تھی ۔ آخری تاریخ مقرر کرنے میں کیا جلدی تھی ۔ یہ انتہائی طور پر غیر مناسب اقدام تھا گفت و شنید جاری رہ سکتی تھی ۔ خصوصًا اسلیئے بھی کہ عراق پر پابندیاں تو لگا ہی دی گئی تھیں ۔ ان پر عمل ہونے دینا چاہیئے تھا ۔ امریکہ کے لوگوں کو بھی اس خیال سے اذیّت پہنچی ہے کہ قبل از وقت جنگ شروع کر دی گئی بلکہ وہ تو کہتے ہیں کہ تیل کی خاطر خون بہانا شروع کر دیا گیا ہے ۔

ایک اور بات جو انتہائی طور پر تکلیف دہ ہے وہ یہ ہے کہ جھگڑا ہوُا خلیج کے علاقے میں اور محافظ آئے ہزاروں میل دُور سے ۔ جھگڑا ہوُا مسلمانوں کے درمیان اور جھگڑے کو نمٹانے کیلئے آئے عیسائی ۔ اس منطق کو کون درست کہے گا ۔ اور اگر اس وقت جذبات میں بہ کر اس بات کی حقیقت کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو تاریخ ایسا کرنے والوں کو کبھی معاف نہیں کرے گی ۔ مسلمان اپنا جھگڑا خود کیوں نہ نمٹا سکے ۔ اگر بلانا ہی تھا تو دنیا بھر کے مسلمانوں کو آواز دی جاتی ۔ وہ آگے آتے اور عراق اور کویت کے مسئلہ کو حل کرتے ۔

ہمیں کسی فرد سے نہ دشمنی ہے نہ کسی سے دوستی ۔ ہم ان باتوں سے بالا ہو کر سوچتے ہیں تو ہمیں مسلمانوں کی بربادی کا نقشہ نظر آتا ہے ۔ اس جنگ میں مسلمانوں ہی کا نقصان ہے اور کسی کا نہیں ۔ ساری دنیا کے مسلمانوں کو اس جنگ کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔

گھر سے باہر نہیں نکلتے لوگ
کون جانے کہ راہ میں کیا ہے
بے یقینی کی آگ دہکی ہے
منظرِ زیست رُوح فرسا ہے

ابوالاقبال

○

کیا مُجھ کو تیرے حُسن کا احساں نہیں قبوُل
کیوں تجھ کو پھر یہ نقدِ دل و جاں نہیں قبوُل

مُجھ کو سکوُتِ صُبحِ بہاراں بھی خوُب ہے
ہنگامہ ہائے شامِ نگاراں نہیں قبوُل

تجھ بن کسی بہشت سے مجُھ کو غرض نہیں
جاناں نہیں تو کوُچۂ جاناں نہیں قبوُل

ساماں کے باوجود خِرد کیوں بھٹک گئی
میرے جنوں کو اب سر و ساماں نہیں قبوُل

اک دَرد ہی تو میری متاعِ حیات ہے
جاؤ کہ مجھ کو دَرد کا درماں نہیں قبوُل

میرا بہشت سایۂ دیوارِ یار ہے
حور و قصور و رونقِ غلماں نہیں قبوُل

ناہیدؔ مَیں تو اُن کی گلی کا فقیر ہوں
مُجھ کو شکوہ و شوکتِ شاہاں نہیں قبوُل

عبدالمنان ناہیدؔ

دین کی ضرورت کو دیکھ کر قربانی کرو

سیّدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) فرماتے ہیں:

"صاحبِ ایمان کو چاہیئے کہ جس قدر بھی اس سے ہو سکے ۔ قربانی کرے لیکن ہو سکنے کا فیصلہ اپنے دل سے نہیں کرنا چاہیئے بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس وقت دین کو کس قدر قربانی کی ضرورت ہے اور وہ اس سے کیسی قربانی کا مطالبہ کر رہا ہے ۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی دینی ضرورت ایسی نہیں پیدا کی جاتی کہ جس کے پورا کرنے کے لئے اس وقت کے لوگوں میں طاقت اور ہمّت نہ ہو ۔ بلکہ ایسی ہی پیدا کی جاتی ہے جس کو لوگ پورا کر سکیں ۔ اس لئے دین کی ضرورت کو دیکھ کر قربانی کرنی چاہیئے اور یہ وسوسہ ہرگز دل میں نہ آنے دینا چاہیئے کہ ہم نے بہت کچھ کر لیا ہے ۔ اب کرنے کی ضرورت نہیں یا ہم کر نہیں سکتے ۔"

(الفضل ۶ ۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات سیدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے)

تلقین عمل

حضرت فضل عمر فرماتے ہیں۔

انعامات کی تقسیم کے متعلق میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ چاہیئے تھا کہ نوجوانوں کی ایسے رنگ میں تربیت کی جاتی کہ انہیں معلوم ہوتا کہ اس موقعے پر انہیں کس طرح کام کرنا چاہیئے۔ جب کسی نوجوان کو انعام دیا جاتا ہے تو اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ نوجوانوں کے دلوں میں بھی تحریک پیدا ہو کہ وہ بھی ویسے ہی کام کریں۔ اور دوسروں کے دلوں میں تحریک کا ثبوت اس طرح مل سکتا ہے کہ وہ اس میں دلچسپی لیں۔ یوں تو انعام دینے والا دوسروں کے لئے دل میں بھی دعا کر سکتا ہے۔ مگر میں نے جو طریق جاری کیا تھا۔ کہ دوسرے بارک اللہ لک فیہ، کہیں تو اس کی غرض یہ تھی کہ دوسروں کے دل میں ایسے کاموں کی رغبت پیدا ہو مگر انعامات کی تقسیم کے وقت باقی سب لوگ خاموش رہے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میری یہ ہدایت انہیں فراموش ہو چکی ہے۔ ان کا فرض تھا کہ جب کسی کو انعام ملتا تو وہ بلند آواز سے بارک اللہ لک فیہ کہتے۔ دوسری عجیب بات میں نے یہ دیکھی ہے کہ انعام لینے والوں کو بھی یہ معلوم نہیں کہ انہیں کیا کہنا چاہیئے۔ ان میں سے بعض نے بارک اللہ لک فیہ کہہ دیا حالانکہ انعام دینے والا کہتا ہے۔ بارک اللہ لک فیہ خدا تجھے برکت دے اور اس انعام کو تیرے لئے فائدہ بخش بنائے اور یہ انعام تیری آئندہ ترقیات کا پیش خیمہ ہو۔ اور انعام لینے والا کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے۔ کیونکہ انعام دینے والے نے اسے انعام بھی دیا اور دعا بھی دی۔ پس یہ اسی کے شکریے میں دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس نیکی کی جزاء عطا فرمائے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے شریعت نے سکھایا ہے کہ جب کوئی شخص کھانا کھائے تو فارغ ہونے پر کہے (سب تعریف اللہ کے لئے ہے) اب یہ عقل کے بالکل خلاف بات ہوگی۔ اگر کھانا کھلانے والا (یہ بات کہے اور کھانا کھانے والا خاموش رہے۔ پس انعام دینے والے کے لئے مناسب فقرہ یہ ہے بارک اللہ لک فیہ اور انعام لینے والے کیلئے مناسب فقرہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے۔ یعنی جنہوں نے انعام دیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی اس نیکی کو قبول کرے۔ اور انہیں اس کا نیک بدلہ دے۔ پس آئندہ کے لئے یاد رکھو کہ جب انعام دینے والا بارک اللہ لک فیہ کہے تو دوسرے بھی یہ فقرہ زور سے کہیں تا انعام لینے والے کو محسوس ہو کہ سب نے اس کے کام کو پسند کیا ہے۔ اور وہ بھی اس کی خوشی میں شریک ہیں۔ اور لینے والا (اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے) کہے تا اس کے دل میں شکر گزاری کا مادہ پیدا ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کی طرف جانے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا (———) اے میرے رب میں ڈرتا ہوں کہ وہ میری تکذیب نہ کریں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو اس سنت قدیم کا علم نہیں تھا کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مامور مبعوث ہوتا ہے تو دنیا اس کا انکار کیا کرتی ہے۔ بلکہ ان کا خوف اس وجہ سے تھا کہ وہ جانتے تھے کہ تمام قومیں اپنے اپنے زمانے میں انبیاء کا انکار کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو چکی تھیں پس ان کے دل میں ڈر پیدا ہوا کہ اگر ان لوگوں نے بھی انکار کیا تو یہ بھی خدائی گرفت میں آ جائیں گے اور یہ چیز ایسی ہے جو انبیاء کے لئے سخت دکھ کا موجب ہوتی ہے۔ پس انہوں نے فرعون کی طاقت اور اسکے مظالم پر نظر دوڑاتے ہوئے اس امکانی خطرے کا اظہار کیا۔ کہ وہ اپنے تکبر اور سرکشی کی وجہ سے تکذیب پر کمر بستہ ہو جائے گا۔ اور اپنے اس "تلخ انجام" کو اپنے قریب کر لے گا۔ جو ہمیشہ سے منکرین انبیاء کا ہوتا چلا آیا ہے چنانچہ آیت کا اگلا ٹکڑا ان معنوں کی "تائید" کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ اے میرے رب میرا سینہ تنگی محسوس کرتا ہے یعنی ان کے ہدایت کو رد کر دینے کے خیال سے میری یہ کیفیت ہے کہ میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے۔ اور میرا دم گھٹ رہا ہے۔ ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی اس محبت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو انہیں اپنی قوم سے تھی۔ اور بتایا ہے کہ ان کا سینہ اپنی قوم کے کفر اور فسق کا تصور کر کے تنگی محسوس کرتا تھا۔ اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی قوم الہی پیغام کا انکار کر کے اسکے عذاب کی مستحق ہو۔ مگر اس بارہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک بہت بڑی فضیلت حاصل ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو یہ کہا ہے۔ اے میرے رب میں ڈرتا ہوں کہ وہ کہیں میری تکذیب نہ کریں۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (—) ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ یہ مخالف لوگ کہتے ہیں اس سے تجھے بڑا سخت غم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فکر نہیں تھا کہ قوم ان کی تکذیب کر رہی ہے بلکہ آپؐ اگر غم زدہ تھے تو اس لئے کہ قوم خدا تعالیٰ کی آیات کا انکار کر رہی ہے۔ گویا آپؐ کا غم اپنی ذات کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ آپؐ کا غم محض اس وجہ سے تھا کہ قوم خدا تعالیٰ کو رد کر رہی ہے اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان دونوں نظریوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو تو یہ ڈر تھا کہ قوم میری تکذیب کرے گی۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا غم تھا کہ قوم خدا کا انکار کر رہی ہے پھر حضرت موسیٰؑ کو تو اپنی قوم سے صرف اتنی محبت تھی کہ اپنی قوم کے کفر کو دیکھ کر ان کا سینہ تنگی محسوس کرتا تھا۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کے کفر کا اتنا درد تھا کہ صدمہ کے مارے آپ کی جان نکلی جا رہی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یعنی ان لوگوں کے ایمان نہ لانے اور کافر رہنے کا ہمارے رسولؐ کو اس قدر صدمہ ہے کہ گویا اسکی گردن پر تلوار رکھ کر کسی نے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک اسے کاٹ دیا ہے۔ جب لوگوں کے ایمان نہ لانے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر افسوس تھا تو ان کا کفر کی حالت میں مر جانا آپؐ پر کس قدر گراں گذرتا ہوگا۔ جو شخص صرف اس بات سے ہی صدمہ محسوس کرتا ہو کہ ایک شخص خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں لایا اسکے دل پر اسوقت کیا گذرتی ہوگی جب اسے یہ معلوم ہوتا ہوگا کہ اب کفر پر اس کا خاتمہ بھی ہو گیا ہے۔

غیبت کے متعلق بعض لوگوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ اگر کسی کا کوئی سچا عیب اس کی عدم موجودگی میں بیان کیا جائے تو وہ غیبت میں داخل نہیں ہوتا۔ ہاں اگر جھوٹی بات بیان کی جائے تو وہ غیبت ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں غیبت کا اطلاق ہمیشہ ایسی سچی بات پر ہوتا ہے جو کسی دوسرے کو بدنام کرنے کے لئے اس کی غیر حاضری میں بیان کی جائے۔ اگر جھوٹی بات بیان کی جائے گی تو وہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہوگا۔ احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ غیبت تو بری چیز ہوئی۔ اگر اپنے بھائی کا کوئی سچا عیب اس کی عدم موجودگی میں بیان کیا جائے تو آیا یہ منع تو نہیں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کی عدم موجودگی میں اس کا سچا عیب بیان کرنا ہی غیبت ہے۔ دگرنہ اگر دوسرے کے متعلق جھوٹی بات بیان کی جائے تو یہ بہتان بن جائے گا۔ دین حق نے غیبت کی ممانعت کے متعلق جو حکم دیا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ بسا اوقات انسان دوسرے کے متعلق ایک رائے قائم کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس رائے میں حق بجانب بھی سمجھتا ہے۔ لیکن درحقیقت اس کی رائے صحیح نہیں ہوتی۔ ہم نے بیسیوں دفعہ دیکھا ہے کہ ایک شخص دوسرے کے متعلق ایک قطعی رائے قائم کر لیتا ہے اور اسے یقین ہوتا ہے کہ میری رائے درست ہے لیکن ہوتی غلط ہے۔ ایسی صورت میں اگر دوسرا شخص سامنے بیٹھا ہوگا۔ اور اس کے متعلق کسی رائے کا اظہار کیا جائے گا تو لازماً وہ اپنی برأت کرے گا اور کہے گا کہ تمہیں میرے متعلق غلط فہمی ہوتی ہے۔ میرے اندر یہ نقص نہیں پایا جاتا۔ پس خواہ کسی کے نزدیک کوئی بات سچی ہو۔ جب وہ دوسرے شخص کی عدم موجودگی میں بیان کرتا ہے اور وہ بات ایسی ہے جس سے اس کے بھائی کی عزت کی تنقیص ہوتی ہے۔ وہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے کیونکہ اس طرح اس نے اپنے بھائی کو اپنی برأت پیش کرنے کے حق سے محروم کر دیا ہے۔ ص ۵۷۹/۹

باہمی اتفاق و محبت

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں

"تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو.... نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے.... میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اوّل خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

ظہور اسلام سے پہلے عرب کا تہذیب و تمدّن

عورت کی حیثیت

عرب میں عورت کی حالت بحیثیت مجموعی اچھی نہ تھی۔ بیشک عموماً عورت کو اپنا خاوند خود انتخاب کرنے کا اختیار تھا مگر اس اختیار کے بعد وہ عملاً بے اختیار تھی۔ ہاں ہوشیار عورتیں اپنے خاوندوں پر اچھا اثر رکھتی تھیں۔ جنگ میں عورتوں کے ساتھ جانے کا بیان کیا جا چکا ہے۔ ان کا کام مردوں کو غیرت دلانا اور زخمیوں کی خبر گیری کرنا تھا۔ عورتیں شعر بھی کہتی تھیں۔ چنانچہ خنساء زمانہ جاہلیت کی ایک مشہور شاعرہ ہے جو بعد میں مسلمان ہو گئی تھی[۳]

عورتوں میں پردے کی رسم نہ تھی بلکہ وہ کھلی پھرتی تھیں۔ تعدد ازدواج کی کوئی حد نہ تھی اور جتنی بیویاں کوئی شخص رکھنی چاہتا تھا رکھتا تھا۔ بعض اوقات باپ کی منکوحہ پر بیٹا وارث کے طور پر قبضہ کر لیتا تھا اور دو حقیقی بہنوں سے بھی ایک وقت میں شادی کر لیتے تھے مگر ان باتوں کو اشراف عرب اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ عرب میں طلاق کا عام رواج تھا اور خاوند جب چاہتا بیوی کو الگ کر سکتا تھا۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کی رسم

ایک عجیب رسم عرب کے بعض قبائل میں یہ تھی کہ جب کسی سفر کے ارادے سے گھر سے نکلتے تھے تو اگر راستہ میں کسی وجہ سے واپس آنا پڑتا تھا تو دروازوں کے ذریعہ اندر نہ داخل ہوتے تھے بلکہ پشت کی طرف سے آتے تھے۔ قرآن شریف میں بھی اس کی طرف اشارہ آتا ہے۔

بعض قبائل میں یہ رواج تھا کہ اگر کوئی آدمی مرجاتا تھا تو اس کی قبر کے پاس اس کے اونٹ کو باندھ دیتے تھے حتیٰ کہ وہ بھوک پیاس سے مر جاتا تھا۔ عورتوں میں سخت نوحہ کرنے کی عادت تھی۔ سال سال تک ماتم چلا جاتا تھا۔

عرب میں بالعموم عورتیں جانوروں کا دودھ نہ دوہتی تھیں اور اسے عورت کے لئے ایک عیب سمجھا جاتا تھا۔ اگر کسی خاندان میں کوئی عورت ایسا کرتی دیکھی جاتی تھی تو وہ خاندان دوسروں کی نظروں میں گر جاتا تھا۔

جانوروں کو بتوں وغیرہ کے نام پر یا کسی نذر وغیرہ کے نتیجہ میں آزاد چھوڑ دینے کی بھی رسم تھی اور اس تعلق میں چار قسم کے جانور زیادہ معروف تھے۔ اوّل سائبہ جو ایسی اونٹنی کو کہتے تھے جس نے پے در پے دس مادہ بچے جنے ہوں۔ ایسی اونٹنی پر سواری ترک کر دی جاتی تھی۔ اور اس کا دودھ بھی سوائے مہمانوں کے استعمال کے حرام سمجھا جاتا تھا اور اس کی اُون بھی نہیں کاٹی جاتی تھی۔ دوسرے بحیرہ جو سائبہ اونٹنی کے گیارھویں مادہ بچہ کو کہتے تھے۔ بحیرہ کو اس کے کان درمیان میں کاٹ کر اس کی ماں کے ساتھ آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ تیسرے حام جو ایسے اونٹ کا نام رکھا جاتا تھا جو اوپر تلے دس مادہ بچوں کا باپ ہو اسے سانڈ کے طور پر کھلا چھوڑ دیا جاتا تھا۔ چوتھے۔ وصیلہ جو ایسی بکری کو کہتے تھے جو پانچ جھولوں میں مسلسل دس مادہ بچے جنتی تھی۔ ایسی بکری کی بعد کی اولاد کا گوشت صرف مرد کھاتے تھے عورتوں کے لئے حرام تھا۔ البتہ اگر ان میں سے کوئی بچہ مرجاتا تھا تو اس کا گوشت عورتیں بھی کھا سکتی تھیں[۲]۔ قرآن شریف میں بھی ان جانوروں کا ذکر آتا ہے

نکاح کے متعلق بھی عجیب عجیب رسوم رائج تھیں۔ عموماً نکاح کی صورتیں چار تھیں جن میں سب سے عجیب اور سب سے گندی صورت یہ تھی کہ ایک عورت کے پاس یکلخت چند آدمی پہنچ جاتے تھے اور وہاں یکے بعد دیگرے اپنا منہ کالا کرتے تھے اور جب وہ کوئی بچہ جنتی تھی تو پھر یہ لوگ دوبارہ اس کے پاس جمع ہوتے تھے اور وہ عورت جس شخص کے متعلق کہہ دیتی تھی کہ بچہ اس کا ہے اسی کی طرف وہ منسوب ہوتا تھا۔ مگر شرفاء کا دامن اس قسم کی بے حیائیوں بھی عرب میں تھی۔ مگر یہ رسم خاص خاص قبائل میں تھی عام نہ تھی۔

لڑکیوں کو ورثہ نہ ملتا تھا اور نہ ہی بیوی کو حق تھا کہ اگر کسی شخص کی نرینہ اولاد نہ ہوتی تھی تو اس کے مرنے پر سب ترکہ اس کا بھائی لے جاتا تھا اور اس کی بیوی اور لڑکیاں یونہی خالی ہاتھ رہ جاتی تھیں۔

رسوم اور رسوم پرستی

یہ ابھی بیان کیا جائے گا کہ ظہورِ اسلام کے وقت عرب میں بہت سے مذاہب پائے جاتے تھے جو مختلف عقائد اور مختلف خیالات کے پیرو تھے۔ لیکن عادات اور قومی اخلاق کے لحاظ سے تمام عرب گویا ایک قوم کے حکم میں تھا اور جو جو عادات اور اخلاق ہم نے اوپر بیان کی ہیں وہ سب میں نمایاں طور پر پائی جاتی تھیں۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت میں یثرب میں ایک یہودی رئیس فطیون تھا۔ اس کم بخت کا یہ عام حکم تھا کہ شہر میں جس لڑکی کی بھی شادی ہو وہ پہلے اس کے گھر میں آوے۔ چنانچہ مدینہ کے اکثر یہودی اپنی ناکتخدا لڑکیاں شادی کے وقت پہلے اس کے گھر بھیجتے تھے اور اس کے بعد وہ کسی اَور کے واسطے جائز ہوتی تھیں۔ آخر ایک غیرت مند شخص نے فطیون کو قتل کر ڈالا[۵] اسی طرح اس زمانہ میں عیسائیوں کی حالت بھی بہت خراب تھی جیسا کہ میور صاحب نے بھی اپنی کتاب میں تسلیم کیا ہے[۶]۔ غرض عرب میں کیا بُت پرست کیا یہودی اور کیا نصاریٰ سب اخلاق و عادات اور قومی خصائل کے لحاظ سے ایک ہی رنگ میں رنگین تھے اور قتل و غارت۔ قمار بازی۔ زنا۔ شراب خوری کا بازار ہر طرف گرم تھا۔

اسی طرح رسوم کی پابندی بھی سب میں مشترک تھی اور رسوم پرستی اس درجہ کی تھی کہ مذہب بھی اس کے سامنے ہیچ تھا۔ عجیب عجیب رسوم ملک میں پھیلی ہوئی تھیں۔ مثلاً ایک تقسیم بالازلام کی رسم تھی۔ یعنی ایک قربانی میں دس لوگ حصہ ڈالتے تھے اور پھر اس کی تقسیم حصہ رسدی سے نہ کرتے تھے بلکہ قربانی کے تیروں سے ایک قسم کا قرعہ ڈالا جاتا تھا۔ اور پھر اس طرح جو جو کسی کا حصہ نکلتا تھا وہ اسے مل جاتا تھا اور بعض خالی بھی رہ جاتے تھے۔ ہر تیر کا نام اور الگ الگ حصہ مقرر ہوتا تھا۔

تیروں سے فال لینے کی رسم بھی عام تھی۔ ہر کام کرتے ہوئے تیر سے فال لیتے تھے۔ کعبہ میں بھی فال کے تیر رکھے ہوتے تھے۔ اور وہاں جاکر لوگ فال نکالتے تھے۔ پرندوں کی اڑان سے بھی فال لینے کا دستور تھا۔

سے پاک تھا (بخاری کتاب النکاح)

یہ چند رسوم صرف مثال کے طور پر لکھی گئی ہیں ورنہ عرب میں رسوم کی بے حد کثرت تھی اور عجیب عجیب رسومات کا وجود پیدا ہو گیا تھا۔ اسلام نے سب گندی رسوم کو یک قلم منسوخ کر دیا۔

قدیم مذاہب عرب

عرب میں اسلام سے پہلے مختلف مذاہب کے پیرو پائے جاتے تھے جن میں سے زیادہ ممتاز بت پرست۔ دہریہ۔ مجوسی۔ صابی۔ عیسائی اور یہودی تھے۔ ان مذاہب میں سب سے زیادہ عام اور سارے ملک میں پھیلا ہوا بُت پرستی کا مذہب تھا جسے گویا ملک کا اصل مذہب کہنا چاہیئے۔ بت پرست اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بھی قائل تھے مگر اس تک پہنچنے کا وسیلہ بتوں کو سمجھتے تھے لیکن اس درمیانی واسطہ میں وہ ایسے الجھے ہوئے تھے کہ اصل مقصود و معبود خیال سے نکل گیا تھا۔ مشترک بتوں کے علاوہ عموماً ہر قبیلہ کا اپنا اپنا خاص بُت بھی تھا۔ چنانچہ مکہ میں اساف اور نائلہ قریش کے بُت تھے۔ جن کے سامنے قربانیاں ذبح کی جاتی تھیں۔ عزّیٰ نخلہ میں قریش اور بنو کنانہ کا مشترکہ بُت تھا۔ طائف میں لات بنو ثقیف کا بُت تھا۔ منات اوس اور خزرج کا بت تھا۔ دومۃ الجندل میں وَدّ بنو کلب کا بُت تھا۔ قبیلہ ھذیل کا بت سواع تھا۔ یغوث قبائل مذحج اور طے کا بت تھا۔ نسر ذوالکلاع کا بُت تھا اور یعوق یمن میں ہمدان کا بت تھا وغیرہ وغیرہ۔ سب سے بڑا بت ھُبل تھا جو کعبہ میں نصب تھا۔ جنگ میں فتح کے موقعہ پر اسی کے نام کے نعرے لگتے تھے۔ (ابن ہشام)

عرب کے بت پرستوں کا مذہبی مرکز کعبہ تھا۔ جہاں انہوں نے بہت سے بُت جمع کر رکھے تھے۔ (بخاری کتاب وجوب الحج) اور عرب کے مشرک لوگ ملک کے تمام حصوں سے ہر سال حج کے واسطے مکہ میں جمع ہوتے تھے۔ یہ گویا ابراہیمی تعلیم کی ایک بقیہ نشانی تھی مگر مراسم حج میں بھی ان لوگوں نے کئی قسم کی مشرکانہ باتیں شامل کر لی تھیں جو اسلام نے خارج کر دیں۔ مکہ کی اس مذہبی خصوصیت کی وجہ سے مکہ اور اس کے ارد گرد کا علاقہ حرم کا علاقہ تھا جہاں ہر قسم کا کشت و خون سخت ممنوع تھا۔ اسی طرح حج اور عمرہ کے لئے لوگوں کی آمد و رفت میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے سال میں چار مہینے یعنی محرم۔ رجب۔ ذیقعدہ ذی الحجہ خاص عزت کے مہینے سمجھے جاتے تھے جن میں کشت و خون رک جاتا تھا اور لوگ امن کے ساتھ اِدھر اُدھر آجا سکتے تھے۔

بت پرستی کے علاوہ عرب میں دہریت بھی تھی۔ اس کے پیرو خدا کی ہستی۔ بعث بعد الموت جزا سزا وغیرہ کے قائل نہ تھے۔ قرآنِ شریف میں بھی اس کا ذکر آتا ہے۔

پھر عرب میں مجوسی بھی تھے جو آتش پرست اور ستارہ پرست تھے مگر یہ لوگ خدا کی ہستی کے بھی قائل تھے اور عبادات کا بھی ان کے مذہب میں دستور تھا۔ محققین کا خیال ہے کہ یہ مذہب جو اپنی اصل کے لحاظ سے ایرانی ہے درحقیقت الہامی مذاہب میں سے تھا مگر آہستہ آہستہ بگڑ گیا۔ قرآنِ شریف (سورہ حج) میں بھی اس کا ذکر آتا ہے موجودہ پارسی قوم اسی مذہب کی تابع ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک مذہب صابی تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں بھی آتا ہے۔ یہ مذہب مجوسیت اور یہودیت کا مجموعہ تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ عرب لوگ عام طور پر صابی کا لفظ ہر اس شخص پر بول دیتے تھے جس نے اپنا قدیم مذہب ترک کر کے توحید سے ملتا جلتا مذہب اختیار کر لیا ہو چنانچہ بعض اوقات آنحضرت صلعم اور صحابہ کو بھی کفار صابی کہہ کر پکارتے تھے۔

عیسائیت عرب میں ظہور اسلام سے بہت عرصہ پہلے داخل ہو چکی تھی اور بعض قبائل اُسے اختیار کر چکے تھے۔ عرب میں نجران کا علاقہ اس مذہب کا بڑا مرکز تھا۔

عرب کے یہودی ابتداءً شام کی طرف سے آئے تھے۔ اور پھر اس کی اتباع میں بعض دوسرے قبائل بھی یہودی بن گئے تھے۔ یہود کے بڑے مرکز یثرب خیبر اور تیما تھے۔

ایک مذہب اور تھا جو حضرت ابراہیم کی طرف منسوب ہوتا تھا۔ اور توحید کا مدعی تھا اس کا نام بعض لوگوں نے مذہب حنیفی رکھا ہوا تھا۔ آنحضرت صلعم کے اوائل زمانہ میں اور اس سے کچھ پہلے بعض لوگ عرب کی انتہائی بت پرستی سے متنفر ہو کر اور آفتاب رسالت کی طلوع کرنے والی کرنوں کی پیشگی طور پر روشنی پاتے ہوئے اس مذہب کی طرف مائل تھے مگر ان کی تعداد تمام عرب میں چند نفوس سے زیادہ نہ تھی اور یہ لوگ قریباً سب کے سب مکہ اور اس کے آس پاس کے رہنے والے تھے۔ حضرت عمرؓ کے چچا زاد بھائی زید بن عمرو جن کے ساتھ آنحضرت صلعم کے بھی تعلقات تھے انہی لوگوں میں سے تھے۔ مگر بعثتِ نبوی سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ سعیدؓ بن زید جو مشہور صحابی ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں انہی کے صاحبزادے تھے۔ زید کو بت پرستی سے اس درجہ نفرت تھی کہ وہ بتوں کے چڑھاوے کا کھانا تک نہ کھاتے تھے اور لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ یہ کیا چیزیں ہیں جنہیں تم پوجتے ہو۔ (بخاری حدیث زید بن عمرو) طائف میں امیہ بن ابی صلت ایک مشہور شاعر اور معزز رئیس تھا۔ وہ بھی بُت پرستی ترک کر کے مذہب حنیفی اختیار کر چکا تھا۔ امیہ جنگ بدر کے بعد تک زندہ رہا مگر اسلام لانا اس کی قسمت میں نہ تھا۔ آنحضرت صلعم نے ایک دفعہ بڑے شوق سے اس کے موحدانہ اشعار سنے اور افسوس کے ساتھ فرمایا کہ "امیہ مسلمان ہوتے ہوتے رہ گیا" (شمائل ترمذی)

ایک اور شخص ورقہ بن نوفل تھا جو حضرت خدیجہؓ کا چچا زاد بھائی تھا اور مکہ میں رہتا تھا۔ یہ بُت پرستی ترک کر کے بعد میں عیسائی ہو گیا تھا اور توریت وانجیل سے واقف تھا اور ان کا مطالعہ رکھتا تھا مگر جب آنحضرت صلعم پر الٰہی فرشتہ نازل ہوا تو اس نے آپؐ کی تصدیق کی اور اسی تصدیق کی حالت میں فوت ہوا۔ (بخاری)

ایک شخص قس بن ساعدہ جو بکر بن وائل کے علاقہ میں رہتا تھا اور نہایت فصیح و بلیغ خطیب تھا چنانچہ بعثت سے پہلے آنحضرت صلعم نے بھی عکاظ کے میلے میں اس کا ایک خطبہ سُنا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپؐ زمانۂ نبوت میں فرماتے تھے کہ میں نے عکاظ میں قس بن ساعدہ کا ایک خطبہ سُنا تھا جو اُس نے اونٹ پر چڑھے چڑھے دیا تھا اور آپؐ اس کی فصاحت کی تعریف فرماتے تھے۔ قس بھی شرک ترک کر کے توحید اختیار کر چکا تھا مگر اسلام سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔

(اصابہ ذکر قس بن ساعدہ قسم ۴)

ایک اور شخص عثمان بن حویرث تھا۔ یہ مکہ کا رہنے والا تھا اور بت پرستی ترک کر کے دین حنیفی کا متبع ہو گیا تھا لیکن بعد میں جب وہ قیصر روم کے دربار میں پہنچا تو عیسائی ہو گیا اور اسی مذہب پر اس کی وفات ہوئی۔ یہ اسلام سے پہلے کی بات ہے۔ (سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۸)

غرض عرب میں اسلام سے پہلے مختلف مذاہب پائے جاتے تھے۔ مگر باوجود ان مختلف مذاہب کے عرب کا اصل اور عام مذہب بت پرستی تھا۔ اور دوسرے لوگ اتنے بھی نہ تھے جیسے آٹے میں نمک اور وہ بھی سخت بگڑی ہوئی اور ناکامی کی حالت میں تھے۔ جیسا کہ خود یورپین مؤرخین کو بھی اقرار ہے چنانچہ قدیم مذاہب عرب پر ریویو کرتے ہوئے سر ولیم میور لکھتے ہیں:۔

"محمد (صلعم) کی جوانی کے زمانہ میں عرب ایک بندھی لیک پر چلنے والے لوگ تھے اور ملک کی حالت ہر قسم کے تغیر و اصلاح کے سخت مخالف تھی بلکہ اس کی تمام تاریخ میں شاید اس زمانہ سے بڑھ کر کوئی ایسا زمانہ نہیں گذرا کہ جب اس کی اصلاح اس وقت سے زیادہ مشکل اور مایوس کُن ہو۔۔۔۔ عیسائی مذہب کی پانچ سو سال کی تبلیغی کوششوں کا یہی نتیجہ تھا کہ ملک میں خال خال عیسائی نظر آتے تھے اور بس۔ یہودی مذہب زیادہ طاقتور تھا لیکن ایک تبلیغی مذہب کے طور پر وہ بھی اب گویا بالکل رہ چکا تھا۔ لیکن بت پرستی اور بنو اسمٰعیل کے توہمانہ اعتقادات کا دریا ہر سمت سے جوش مارتا ہوا کعبہ کی دیواروں سے آ آ کر ٹکراتا تھا۔" (دیباچہ لائف آف محمد صلعم صفحہ ۸۴، ۸۵)

یہ حالت صرف عرب ہی کی نہ تھی بلکہ یہ وقت ساری دنیا پر ایک سخت تاریکی کا وقت تھا۔ اور تمام مذاہب بگڑ چکے تھے اور گمراہی چاروں طرف اپنا دامن پھیلائے ہوئے تھی۔ اسی طرف یہ آیت قرآنی اشارہ کرتی ہے کہ:۔

"یعنی اس وقت خشکی اور تری ہر دو میں فساد ظاہر ہو چکا ہے۔"

یعنی الہام الٰہی پر بنیاد رکھنے والے مذاہب بھی خراب ہو چکے ہیں اور وہ مذاہب بھی جن کی بنیاد الہام پر نہیں ہے۔ اب دیکھو کہ جب دُنیا میں اندھیرا چھا جاتا ہے تو سورج نکلتا ہے۔ اور جب زمین تپ جاتی ہے تو وہ بارش کو کھینچتی ہے تو کیا روحانی اندھیرے کے بعد روحانی سورج نہ نکلتا؟ اور کیا رُوحانی زمین کی تپش روحانی بارش کو نہ کھینچتی؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"یعنی اللہ تعالیٰ رات اور دن کی حالت کو آپس میں بدلتا رہتا ہے۔"

نیز فرماتا ہے:۔

"جان لو! اس وقت وہ زمین کو زندہ کر رہا ہے بعد اس کے کہ وہ مر چکی تھی۔"

پس ناگہاں اس تاریکی کے زمانہ میں ایک سورج نکلا جس نے اپنی شعاعوں سے اطرافِ عالم میں اجالا کر دیا۔ اور اس شدید گرمی کے وقت میں اچانک ایک بادل اٹھا جس نے پیاسی زمین پر رحمت کی بارشیں برسائیں۔ اور ندی نالے جو خشک پڑے تھے پانی سے بہہ نکلے۔ یہ سورج کس افق سے طلوع ہوا اور کس طرح نصف النہار پر پہنچا اور یہ بادل کس دامن کوہ سے اٹھا اور کس طرح ساری دنیا پر چھا گیا؟ ان سوالات کا جواب (خدا نے چاہا تو) ذیل کے اوراق میں ملے گا۔

شذرات

نون سین

امداد —— ایک تجزیہ

پروفیسر ناصر خلجی اور ارنسٹ زمبیلی ZAMBELLI جن کا تعلق امریکہ کی کیتھولک یونیورسٹی سے ہے نے اسلام آباد میں کہا ہے کہ اگر امریکہ نے اپنی اس دھمکی کو عملی جامہ پہنایا کہ وہ پاکستان کی مدد نہیں کرے گا تو پاکستان کی اقتصادیات اور ہندوستان کے دفاعی اخراجات دونوں متاثر ہوں گے۔ پاکستان میں زندگی کا معیار اور نجی سرمایہ کاری بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

ایک مقالے میں جس کا عنوان تھا امریکی امداد کا پبلک اور پرائیویٹ اخراجات پر پاکستان میں اثر تھا دونوں صاحبان نے ان خیالات کا اظہار کیا۔ یہ پاکستان سوسائٹی آف ڈویلپمنٹ کے سالانہ اجلاس میں اپنے مقالے پیش کر رہے تھے۔ یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ امریکہ کی امداد چاہے ڈیفنس کے لئے ہو یا کسی اور مقصد کے لئے اس سے ملک کا متاثر ہونا یقینی امر ہے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ اس قسم کی امداد کے رک جانے سے زندگی متاثر ہو جاتی ہے۔ اس میں حفاظتی اقدامات بھی آتے ہیں اور غیر حفاظتی اقدامات بھی اور اسی طرح نجی سرمایہ کاری اور نجی اخراجات۔ تجزیے کے لئے انہوں نے ۱۹۶۰ء سے ۱۹۸۸ء تک کی امریکی امداد کو بنیاد بنایا۔ انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اگر امداد میں ایک روپے کی کمی ہو تو پاکستان کی اپنی رقم جو ڈیفنس پر کم خرچ ہو گی وہ ۵۸ء ہے۔ اور غیر حفاظتی اقدامات پر ۱۸ء۔ جہاں تک نجی سرمایہ کاری کا تعلق ہے وہ ۷۵ء اور جہاں تک نجی اخراجات کا تعلق ہے وہ ۶۷ء متاثر ہو گی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ ضروری نہیں کہ یہ بنیاد جس پر تجزیے کا عمل لاگو کیا گیا ہے وہ مستقبل میں بھی اسی نسبت سے قائم رہے۔ کیونکہ اب تک جو امداد ملتی رہی ہے وہ عام طور پر پاکستان کی ضروریات اور اسلحہ میں ہندوستان اور پاکستان کا توازن قائم رکھنے کی بنیاد پر ملی ہے۔ جب بھی پاکستان کے اپنے وسائل میں ایک روپے کا اضافہ ہو امریکہ نے ۵۵۴ء روپے کی کمی کی ہے۔ گویا کہ ایک نسبت قائم رکھی جاتی رہی ہے۔ جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے وہاں اگر ان کے وسائل میں ایک روپے کا اضافہ ہو تو امریکہ ۵۱۸ء روپے کا امداد میں اضافہ کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اور ہندوستان کے اخراجات اس بات کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں کہ اگر ہندوستان کے جی۔ این۔ پی میں اضافہ ہو تو ان کے حفاظتی اخراجات میں اضافہ نہیں ہوتا۔ لیکن اگر پاکستان میں دفاعی اخراجات میں ایک روپے کا اضافہ ہو تو ہندوستان اپنے دفاعی اخراجات میں ۳ء۶۳ روپے کا اضافہ کر لیتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر

باقی ص ۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محمود احمد عاطف

خود انحصاری

اس وسیع و عریض کائنات میں جو انواع و اقسام کی مخلوقات سے سجی ہوئی ہے صرف انسان کو ہی خدا تعالیٰ نے اشرف المخلوقات کا خطاب دیا اور اُسے لامحدود جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں سے نوازا ہے جو واقعی اُسے اس خطاب کا حقدار ثابت کرتی ہیں۔ اس کے بعد تمام کائنات کو اس کی خدمت پر مامور کیا۔ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ چرند پرند اور دوسری تمام مخلوقات انسان کی اس دنیائے فانی میں آمد سے قبل ہی اس کی خدمت پر مامور کیا مصروف ہیں بقول شاعر کہ

؎ جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے

اتنے انعامات و احسانات کے بعد وہ عظیم ہستی یہ پسند نہیں کرتی کہ انسان اس کی نوازشات کی توہین کرے یعنی وہ اس کی عطا کردہ صلاحیتوں کو کام میں لاتے کی بجائے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلائے بلکہ وہ چاہتی ہے کہ انسان اس کی عطا کردہ قوتوں پر بھروسہ کرے اور محنت سے انہیں درجہ کمال تک پہنچائے ہمارے پیارے نبی کریمؐ کا وہ واقعہ تو آپ نے سنا ہو گا کہ جب ایک شخص نے آپ سے سوال کیا تو آپؐ نے یہ دیکھنے کے بعد کہ وہ شخص مکمل تندرست و توانا ہے اُسے ایک کلہاڑی مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ اس سے جا کر لکڑیاں کاٹو اور بیچ کر حق حلال کی روزی کماؤ۔

اگر اس واقعے سے ملنے والے سبق کو ہم ذرا بڑے پیمانے پر دیکھیں تو تاریخِ عالم پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو گا کہ جن اقوام نے اپنے وسائل کو تلاش کیا۔ ان پر انحصار کیا اور پھر کچھ دیر محنت، صبر، ہمت اور مستقل مزاجی کے زریں اصولوں کو اپنائے رکھا تو کامیابی نے اُن کے قدم چومے اور جلد ہی وہ ترقی یافتہ اقوام کہلانے لگیں۔ اس کے برعکس جنہوں نے اپنے وسائل کو نظرانداز کر کے غیر اقوام کے سامنے 'امداد' کے نام پر ہاتھ پھیلایا تو وہ آہستہ آہستہ اس مفت کی شراب کے عادی ہوتے چلے گئے۔ اور ان میں کوشش، جستجو اور محنت کا جذبہ ماند پڑتا گیا بقول شاعر کہ

؎ وہ کشتی ہی کیا جو کسی کے سہارے
چلے تو چلے بس کنارے کنارے

آج کل ہمارے ملک میں خود کفالت، خود انحصاری، بیرونی امداد سے انکار، بچت کی عادت اور سادہ زندگی . . . کے نعروں کا شور ہے تمام ذرائع ابلاغ اس کارِ خیر میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اس سلسلے میں مختلف قسم کا ردِ عمل سامنے آرہا ہے ایک حلقہ ہائے احباب کے خیال میں یہ نعرے صرف نعرے ہی ہیں اور ان کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں جبکہ دوسرا طبقہ حیرانی کے عالم میں خوش آمدید۔ خوش آمدید کے راگ الاپ رہا ہے کہ جیسے یہ نعرے اور یہ باتیں اتنی انہونی ہیں کہ اس سے پہلے نہ کبھی کسی نے کہیں اور نہ کبھی کسی نے سُنیں ......!!! جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو ہمارا نقطۂ نظر دونوں سے مختلف ہے ہم نہ تو ان نعروں کو اتنا کمتر جانتے ہیں کہ ان کو صرف نعرے ہی تعبیر کریں اور نہ ہی ہمارے لئے یہ باتیں اتنی حیران کُن ہیں کہ ان پر حیرانی کا اظہار کرتے کرتے ہم کسی کام کے قابل ہی نہ رہیں۔ کیونکہ ہماری نظر میں حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی رہے) کی نصف صدی سے زیادہ عرصہ قبل شروع کی جانے والی وہ عظیم الشان تحریک (تحریکِ جدید) ہے جس پر اگر عمل کیا جاتا تو آج ہمارا ملک نجانے ترقی کی کن کن منزلوں کو طے کر چکا ہوتا اور ہم گیدڑ کی طرح دوسروں کے شکار پر انحصار کرنے کی بجائے شیر کی مانند اپنے شکار پر زندہ رہنے کا ہنر سیکھ چکے ہوتے۔ جہاں تک حیرانی کا سوال ہے تو ہم اس تحریک کی موجودگی میں کس طرح حیرانی کا اظہار کر سکتے ہیں کیونکہ آج کل کے نعروں کا اُن نکات و مطالبات سے مقابلہ کرنا جو تحریک جدید میں بیان فرمائے گئے ہیں بالکل سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے بلکہ اس سے بھی کم تر ہے۔ دین کی سربلندی کی بات ہو یا وطن سے وفاداری کا عہد قومی بچت اور سادہ زندگی گزارنے کی بات ہو یا مالی قربانی کا مطالبہ۔ نوجوانوں کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کی بات ہو یا باطل قوتوں سے جہاد کا اعلان۔ غرض دینی۔ اقتصادی۔ سیاسی اور سماجی لحاظ سے وہ کون سی بات ہے جو اس میں شامل نہیں۔ ان سب مطالبات اور نکات کے ساتھ ساتھ ایک اور بات کہ جس کی روشنی ہماری آنکھوں کو خیرہ کئے ہوئے ہے اور جس کی وجہ سے ہم کسی دوسری جانب دیکھنے کے قابل ہی نہیں ہیں یہ ہے کہ یہ تحریک کوئی وقتی تحریک یا کوئی کاغذی منشور نہیں تھی کہ جو اب مردہ ہو کر قابلِ عمل ہی نہ رہا ہو بلکہ یہ ایک "زندہ تحریک" ہے زمان و مکان کی قیود سے آزاد تحریک ہے جو اپنے پورے جاہ و جلال اور پوری آب و تاب سے جاری ہے اور جاری رہے گی ......!!

ان تمام نکات پر غور کرنے کے بعد ہم ان نعروں کے بارے میں صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ "دیر آید درست آید" خدا کرے کہ ہمارا وطن اپنی منزل کو پالے اور جس پاکستان کا خواب قائداعظمؒ نے دیکھا تھا وہ شرمندہ تعبیر ہو تاکہ ہم بھی ترقی یافتہ اقوام کی صف میں جگہ پا سکیں۔ لیکن۔ موجودہ صورتِ حال پر غور کرتے ہوئے تو ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ

؎ تسخیر کائنات کے چرچے تو ہیں بہت
ہر شعبۂ حیات میں لیکن کمی سی ہے!

کیونکہ منزل دور اور راہ پُرخار ہے۔ ہر لمحہ۔ ہر قدم مسائل کے طوفان ہیں جو ارادوں کو متزلزل کرتے اور خس و خاشاک کی مانند بہا کر لے جانے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ مثلاً توانائی کے مسئلہ کو ہی لیجئے جو سب سے اہم اور سب سے زیادہ بحران کا شکار ہے۔ اس وقت یہ صورتِ حال ہے کہ ہمارے پاس اپنی موجودہ ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بھی توانائی کی مقدار ناکافی ہے جس کی وجہ سے ہمیں آئے دن لوڈ شیڈنگ کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ہماری صنعتوں کو اربوں روپے کا خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح کئی دوسرے مسائل ہیں جن پر قابو پا کر ہی ہم اپنی منزل حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے صرف اپنے زورِ بازو پر انحصار کرنا ہو گا۔ اپنے وسائل کو تلاش کرنا ہو گا۔ اور قائدِ اعظم کے فرمان کے مطابق ایمان، اتحاد اور تنظیم کے اصولوں کو مشعلِ راہ بنانا ہو گا اگر ان پر عمل کیا گیا تو وہ دن دور نہیں جب منزل ہمارے قدموں میں آجائے گی لیکن اگر اس کے برعکس غیروں کی طرف ہی ہاتھ بڑھایا گیا اور اُن سے ہی یہ توقعات رکھی گئیں کہ وہ آئیں اور ہمیں سہارا دیں تو مستقبل کا مؤرخ ہمارے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں بھی کر سکتا ہے کہ

؎ ڈوب جاتے ہیں وہی زورِ طلاطم میں ندیم
جن کو طوفاں میں سہاروں کا خیال آتا ہے

بقیہ: صفحہ ۵ سے آگے

امریکی امداد پاکستان کو پہلے کی نسبت کم ملے تو پاکستان میں کل اخراجات کے لئے رقم بہرحال کم ہو جائے گی اور خاص طور پر دفاعی ضروریات کے لئے اتنی رقم نہ خرچ کی جا سکے گی جتنی امداد ملنے کی صورت میں کی جارہی تھی۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہو گا کہ ہندوستان اپنے دفاعی اخراجات کو ۳٫۶۳ گنا کم کرے گا۔ یعنی جتنی کمی پاکستان کے دفاعی اخراجات میں ہو گی اس سے ۳٫۶۳ گنا کمی ہندوستان میں ہونا لازمی ہے۔ دونوں صاحبان نے کہا کہ اگرچہ اس میں کچھ عجیب سا عنصر نظر آتا ہے اور ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ توازن کی ان جدولوں کو زیادہ دقیق نظر سے دیکھا جائے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی امداد کم ہونے کا ایک باعث یہ نظر آتا ہے کہ دنیا میں حقائق تبدیل ہو رہے ہیں۔ نہ کہ کوئی عارضی پاکستانی اثرات اس کا باعث بنے ہیں چاہے وہ جوہری اسلحے کی تیاری ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس بات کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ آئندہ امریکہ کی امداد پاکستان کے لئے کم سے کم ہوتی چلی جائے گی۔ باوجود اس کے کہ ان دونوں کے آپس میں تعلقات نہایت اچھے ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ دنیا کے دوسرے علاقوں میں حالات تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں اس لئے امریکہ کے رویے بھی بدل جانے لازمی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان باتوں کے پیشِ نظر سوچنے والی بات یہ ہے کہ اگر یہ امداد بند رہی تو کیا پاکستان کے دفاعی اخراجات اس حد تک تو متاثر نہیں ہوں گے کہ نتائج خواہش کے مطابق نہ ہوں۔ انہوں نے پاکستانی حکومت کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے وسائل کو اس طرح استعمال کریں کہ آہستہ آہستہ اس کا امریکی امداد کے کم ہونے کے باوجود ملک پر کوئی بُرا اثر نہ پڑے۔ خاص طور دفاعی انتظامات کے سلسلے میں۔

صبر کنندہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا

حضرت امام جماعت احمدیہ (الاوّل) فرماتے ہیں "باہم محبت بڑھاؤ اور بُغضوں کو دُور کر دو اور یہ محبت بڑھ نہیں سکتی جب تک کسی قدر صبر سے کام نہ لو اور یاد رکھو صبر والے کے ساتھ خدا خود آپ ہوتا ہے۔ اس واسطے صبر کنندہ کو کوئی ذلت و تکلیف نہیں پہنچ سکتی"

(خطباتِ نورؔ صفحہ ۱۳۳۔ حصہ دوم)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اطلاعات و اعلانات

درخواست دعا

○ مکرم چوہدری رشید محمود کاہلوں صاحب سٹور آفیسر شیزان انٹرنیشنل لاہور کی اہلیہ صاحبہ تقریباً ایک ماہ سے شدید بیمار ہیں اور ڈاکٹروں نے انہیں نگہداشت وارڈ میں رکھا ہوا ہے۔ ان کا بلڈ پریشر بہت زیادہ لو ہو چکا ہے۔

○ مکرم چوہدری محمود احمد صاحب کاہلوں مختلف عوارض کے باعث شدید بیمار ہیں اور مرکزی سندھ ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

○ مکرم چوہدری محمد منیر صاحب کوٹ عبدالمالک دل کی تکلیف کی وجہ سے بیمار ہیں۔

احباب ان سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ولادت

○ مکرم محمود ناصر صاحب آف چک سکندر (مربی سلسلہ احمدیہ حافظ آباد) کو اللہ تعالیٰ نے ۱۰۔ جنوری ۹۱ء کو بیٹا عطا فرمایا ہے۔ نومولود وقفِ نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت بچے کا نام "سعود احمد" رکھا ہے۔

نومولود چوہدری غلام محمد صاحب (مینجر بشیر آباد اسٹیٹ) کا پوتا اور چوہدری رشید الدین صاحب (امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع گجرات) کا نواسہ ہے۔

احباب دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت و درازی عمر عطا فرمائے۔

سانحہ ارتحال

○ مکرم چوہدری عبدالقدوس صاحب سابق مینجر محمد آباد و بشیر آباد اسٹیٹس سندھ حال ساکن دارالبرکات ربوہ جو اپنے گاؤں لویریوالہ نزد وزیر آباد گئے ہوئے تھے اچانک ۱۵، اور ۱۶۔ جنوری ۱۹۹۱ء کی درمیانی رات حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پا گئے۔ جنازہ ربوہ لایا گیا اور محلہ دارالبرکات میں بعد از نماز عشاء نماز جنازہ مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب نے پڑھائی۔ رات کو ہی تدفین عمل میں آئی۔ قبر تیار ہونے پر مکرم اللہ بخش صادق صاحب ناظم ارشاد وقف جدید نے دعا کروائی۔ وفات کے وقت موصوف کی عمر ۵۸ سال تھی۔ آپ مکرم ڈاکٹر عبدالصمد صاحب ڈینٹل سرجن ڈسٹرکٹ ہسپتال راولپنڈی کے بڑے بھائی اور مکرم چوہدری عبدالرحمٰن صاحب صدر بورڈ قضاء کے بہنوئی تھے۔ احباب موصوف کی بلندیٔ درجات اور جملہ پسماندگان کے لئے دعا کریں۔

○ محترم میاں نواب دین صاحب ابن میاں امام دین صاحب دارالرحمت شرقی (ب) مورخہ ۱۴۔ جنوری ۱۹۹۱ء بروز پیر بعمر ۷۷ سال وفات پا گئے۔

موصوف موصی تھے۔ نماز جنازہ اگلے روز ۱۵۔ جنوری ۹۱ء کو بعد نماز عصر بیت المہدی میں ادا کی گئی۔ آپ مکرم فضل احمد صاحب ساجد مربی سلسلہ کے والد تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ موصوف کے درجات بلند فرمائے۔ اور ان کے لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

نعم البدل

○ عزیز غالب احمد ابن مکرم چوہدری منظور احمد صاحب بعمر ۶، ماہ اچانک مختصر علالت کے بعد کراچی میں وفات پا گیا۔ عزیز مکرم منیر الدین احمد صاحب مربی سلسلہ جہلم کا نواسہ تھا اور وقف نو میں شامل تھا

احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ والدین کو صبرِ جمیل کے ساتھ یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے اور نعم البدل سے نوازے۔

ضرورت ہے

بیت الفضل فیصل آباد کے لئے ایک خادم کی ضرورت ہے جو کچھ پڑھا لکھا ہو۔ سائیکل چلانا جانتا ہو۔ ۵۰ سال کی عمر کے درمیان ہو۔ مناسب معاوضہ دیا جائیگا۔

درخواستیں مقامی امیر یا صدر جماعت کی تصدیق کے ساتھ ۱۰۔ فروری ۱۹۹۱ء تک مندرجہ ذیل پتہ پر پہنچ جانی چاہئیں۔

چوہدری ظفر اللہ خاں سیکرٹری امور عامہ احمدیہ بیت الفضل گول امین پور بازار فیصل آباد

اعلان دارالقضاء

○ مکرم محمد اسلم صاحب ولد مکرم ماسٹر اللہ لوک صاحب سکنہ مکان نمبر ۲۰/۱۶، دارالرحمت وسطی ربوہ نے درخواست دی ہے کہ ان کے والد بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں۔ مذکورہ بالا مکان درج ذیل چاروں بھائیوں کے نام مشترکہ طور پر منتقل کئے جانے کا فیصلہ کیا جائے۔ والدہ زندہ ہیں مگر اس انتقال پر ان کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بہن کوئی نہیں ہے۔

۱۔ مکرم محمد انور صاحب (پسر)
۲۔ " طالب حسین صاحب (")
۳۔ " محمد اسلم صاحب (")
۴۔ " منیر احمد صاحب (")

○ مکرم مختار احمد صاحب و مکرم نثار احمد صاحب پسران عنایت اللہ صاحب سکنہ مکان نمبر ۱۷/۱۶، محلہ دارالیمن وسطی ربوہ نے درخواست دی ہے کہ ان کی والدہ فوت ہو چکی ہیں۔ والدہ کے نام ایک پلاٹ دارالیمن ربوہ ہے۔ وہ دونوں بھائیوں کے نام منتقل کیا جائے۔ اُن کے علاوہ صرف ایک بہن ساجدہ فضیلت صاحبہ وارث ہیں۔ ان کا حصہ والدہ کی زندگی میں ادا کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی وارث یا غیر وارث کو اس انتقال پر اعتراض ہو تو تیس یوم کے اندر دارالقضاء میں اطلاع دیں۔

(ناظم دارالقضاء ربوہ)

○ محترمہ پروین اختر صاحبہ زوجہ مرزا محمد حفیظ صاحب سکنہ گلی غلام حید رجٹ آبادی حاکم رائے گوجرانوالہ نے درخواست دی ہے کہ مکرم مشتاق احمد صاحب ولد سراج دین صاحب ساکن وزیر آباد بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں۔ ان کے ورثاء مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ پروین اختر صاحبہ (حقیقی ہمشیرہ)
۲۔ منیشرہ بیگم صاحبہ (بیوہ مشتاق احمد صاحب)
۳۔ میاں عنایت اللہ صاحب (تایازاد بھائی مشتاق احمد صاحب)

ان کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں لہٰذا اُن کا مکان / پلاٹ نمبر ۳/۴ محلہ دارالیمن ربوہ مندرجہ ورثاء کے نام منتقل کیا جائے۔ لہٰذا بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی وارث یا غیر وارث کو اس انتقال پر اعتراض ہو تو تیس یوم کے اندر دارالقضاء میں اطلاع دیں۔

○ (سعیدہ شیریں صاحبہ بابت ترکہ سید محمد احمد شاہ صاحب)

محترمہ سعیدہ شیریں صاحبہ مقیم لندن نے درخواست دی ہے کہ اُن کے خاوند مکرم سید محمد احمد شاہ صاحب حوالدار ۳/۱۶ پنجاب رجمنٹ لاہور وفات پا گئے ہیں۔ لہٰذا ان کا قطعہ نمبر ۲۳/۱، محلہ دارالنصر نزد گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج ربوہ درخواست دہندہ اور ان کی بیٹی سعیدہ صادقہ بخاری صاحبہ مقیم کراچی کے نام منتقل کیا جائے بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی وارث یا غیر وارث کو اس انتقال پر اعتراض ہو تو تیس یوم کے اندر دارالقضاء میں اطلاع دیں۔

○ (زبیدہ بیگم صاحبہ وغیرہ بابت ترکہ محمد سعید صاحب عابد)

مکرم محمد سعید صاحب عابد آف مکان نمبر ۲، بخشی سٹریٹ نمبر ۶۴، شام نگر لاہور کے ورثاء نے باہمی تصفیہ کے مطابق درخواست کی ہے کہ موصوف کے دو قطعات و مکان نمبر ۳۷/۲۱، ۳۸/۲۱، واقع محلہ دارالرحمت شرقی (الف) ربوہ ورثاء کے نام درج ذیل ترتیب سے منتقل کئے جائیں۔

۱۔ قطعہ نمبر ۳۷/۲۱، رقبہ ایک کنال واقع محلہ دارالرحمت شرقی الف ریلوے روڈ ربوہ مکرم محمد نصیر خان صاحب پسر محمد سعید عابد صاحب کے نام۔

۲۔ مکان نمبر ۳۸/۲۱، رقبہ ایک کنال واقع دارالرحمت شرقی الف ریلوے روڈ ربوہ مکرم محمد لطیف انور و مکرم محمد حنیف عابد صاحب پسران محمد سعید صاحب عابد کے نام بحصہ برابر۔ بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی وارث یا غیر وارث کو اس پر اعتراض ہو تو تیس یوم کے اندر دارالقضاء میں پیش کریں۔

○ (محمد ارشد ونیس صاحب بابت ترکہ نصیراں بی بی صاحبہ)

مکرم محمد ارشد ونیس صاحب ولد چوہدری نتھے خاں ونیس صاحب قوم جٹ سکنہ چک نمبر ۳۷، پنڈت والا تحصیل و ضلع شیخوپورہ نے درخواست دی ہے کہ ان کی حقیقی ہمشیرہ نصیراں بی بی صاحبہ فروری ۱۹۸۲ء میں وفات پا گئی تھیں۔ ان کی امانت ذاتی (خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ) میں جمع شدہ مبلغ -/۵۰۰۰ روپے کی رقم مجھے ادا کی جائے۔ خاکسار اپنی مصروفیات کی وجہ سے اب تک یہ رقم نہیں لے سکا۔ دیگر ورثاء کو اس ادائیگی پر اعتراض نہیں ہے۔

لہٰذا بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی وارث یا غیر وارث کو اس رقم کی ادائیگی پر اعتراض ہو تو تیس یوم کے اندر دارالقضاء میں اطلاع دیں۔

(ناظم دارالقضاء ربوہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبروں کا پس منظر

کمیونزم کی عمارت کو گرانے والوں میں سرفہرست صدر میخائل گورباچوف کا نام ہے ۔ اسلئے انہوں نے اصلاحات کا پروگرام شروع کیا اور یہ اصلاحات ہی کمیونزم کا درد بن گئیں ۔ لیکن شائد گورباچوف کو بھی اس بات کا اندازہ نہ تھا کہ جن اصلاحات کا وہ ذکر کرتے ہیں اور جنہیں عملی جامہ پہنانے کے لئے وہ شبانہ روز کوششوں میں مصروف ہیں وہ ان کے لئے ایسی مشکلات کا باعث بنے گی کہ وہ سنبھالے نہ سنبھال سکیں گے۔

اصلاحات آزادی ہی کی روح کو اجاگر کرتی ہیں اور اب بالٹک ریاستوں میں آزادی کی رَو جو چلی ہے وہ گورباچوف کے ہاتھ سے نکلتی چلی جا رہی ہے ۔ فوج کی سختی بھی اسے سنبھال نہیں سکی ۔ اب انہوں نے ان علاقوں کے سیاسی رہنماؤں سے گفت و شنید کر رکھی ہے ممکن ہے کچھ دیر کے لئے یہ ریلا رک جائے لیکن آزادی کا ایک دفعہ نعرہ لگ جائے تو اسے کچلنا آسان نہیں ہوتا ۔

○ خلیج کی جنگ پھیل رہی ہے اور جو لوگ کہتے تھے کہ یہ تیسری عالمی جنگ کی صورت اختیار کر سکتی ہے وہ ٹھیک ہی لگتے ہیں ۔ اگرچہ امریکی اتحادی کہہ تو رہے ہیں کہ یہ جنگ چند ہفتوں سے آگے نہیں جائے گی ۔ لیکن جنگ کے جو تیور ہیں وہ اس بات کی تردید کرتے ہیں ۔ خدا کرے کہ یہ جنگ تیسری جنگ نہ بنے ۔ جلد ختم ہو اور دنیا امن کا سانس لے۔

○ ایک بات کھٹکتی ہے اور وہ یہ کہ خبروں پر اجارہ داری تو یورپی ایجنسیوں کی ہے ۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں اس کو ہم خبر کا نام دے دیتے ہیں ۔ اگر ساری خبریں کسی اور ذریعہ سے ملیں مثلاً بغداد ریڈیو سے تو جنگ کی بالکل ہی اور کیفیت نظر آئے ۔ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ ۔ خدا ہی جانے ۔

بیکار نہ رہیئے نوٹس داخلہ ہنر سیکھئے

قائم شدہ ۱۹۷۸ء

اشفیق ٹیکنیکل ٹریننگ سنٹر ربوہ

منظور شدہ

فون ۵۹۲

AFFILIATED WITH PUNJAB
BOARD OF TECHNICAL
EDUCATION — LAHORE

ادارہ ہذا میں الیکٹریشن اور ریفریجریشن اینڈ ایئرکنڈیشننگ ٹریڈز میں ٹیکنیکل بورڈ کے سلیبس کے مطابق مدت ۶ ماہ کے کورسز میں فنی تربیت دی جاتی ہے ۔ امتحان ٹیکنیکل بورڈ خود ہی لیتا ہے اور وہی کامیاب طلباء کو سرٹیفکیٹس جاری کرتا ہے ۔ داخلہ کیلئے تعلیمی قابلیت مڈل / میٹرک ہے ۔ ادارہ کے رزلٹس اکثر سو فیصد ہی ہوتے ہیں ۔ جون ۱۹۹۰ء میں منعقد ہونے والے امتحان میں جو لاہور میں ہوا تھا ۔ اس میں ادارہ کا ایک طالب علم حفیظ احمد رول نمبر ۵۵۹ الیکٹریشن ٹریڈ کے امتحان میں ۹۰۰/۳۵۰ نمبر حاصل کر کے پنجاب بھر میں اوّل رہا ۔ اور دونوں ٹریڈز کا رزلٹ بھی سو فیصد رہا ۔ ادارہ کے سربراہ اور انسٹرکٹر پاک فضائیہ سے ریٹائرڈ ہیں ۔ آسٹریلیا اور امریکہ میں فنی تربیت حاصل کر چکے ہیں ۔ اور کوالیفائیڈ ٹیکنیکل ٹیچر ہیں ۔ پاک فضائیہ کے علاوہ ایرانی فضائیہ میں بھی فنی خدمات سرانجام دے چکے ہیں ۔

بیکار نوجوانوں کو ہنر سیکھنا چاہیئے اور ربوہ میں گورنمنٹ آف پنجاب کے ایکٹ مجریہ ۱۹۸۰ء کے مطابق منظور شدہ فنی ادارہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے ۔ پریکٹیکلز تھیوری سمجھا کر کروائے جاتے ہیں ۔ لیبارٹریز جدید سامان سے آراستہ ہیں ۔

کلاسیں ۲ - ۲ - ۹۱ سے شروع ہونگی

خبریں

ملکی خبریں

○ خلیج میں امن کے قیام کی کوششوں کے سلسلہ میں وزیر اعظم ایران اور ترکی کا دورہ مکمل کرنے کے بعد اب شاہی لیڈروں سے مذاکرات کر رہے ہیں ۔

○ پاکستان اور ترکی نے اسلامی کانفرنس کی تنظیم کا اجلاس بلانے کی درخواست کی ہے تاکہ خلیج کی جنگ کو روکا جا سکے ۔

○ وفاقی وزراء پر مشتمل کمیٹیوں نے مختلف سیاسی اور مذہبی تنظیموں کے سربراہوں سے ملاقات کر کے خلیج کے مسئلہ پر حکومت کے مؤقف کی وضاحت کا سلسلہ جاری رکھا ۔

○ پشاور میں مظاہرین نے امریکی پرچم اور صدر بش کے پتلے نذر آتش کئے ۔ لاہور میں کمسن بچوں نے عراق پر حملوں کے خلاف جلوس نکالے ۔ ملک کے دوسرے شہروں سے بھی مظاہروں کی خبریں ملی ہیں ۔

○ پیپلز پارٹی کے ترجمان نے کہا ہے کہ امریکی ٹیلی ویژن نیٹ ورک کو دیئے گئے بے نظیر بھٹو کے انٹرویو کو اخبارات میں غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے ۔

○ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے خلیج کے مسئلہ پر حکومت کے مؤقف کی تائید کی ہے ۔

○ محکمہ موسمیات کے ماہرین نے کہا ہے کہ کویت کے تیل کے کنوؤں میں آگ لگنے سے اٹھنے والا دھواں پاکستان کی فضاء پر کوئی اثرات نہیں چھوڑے گا ۔

○ لاہور ہائی کورٹ نے تاج کمپنی کے ڈائریکٹروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنی ذاتی اور اہل خاندان کے اثاثوں کی فہرست عدالت کو فراہم کریں ۔

○ حکومت نے اصولی طور پر ملک میں نجی یونیورسٹیوں کے قیام کی اجازت دینے کا فیصلہ کر لیا ہے ۔

○ وزارت داخلہ نے سابق وزیر اعظم اور پیپلز پارٹی کے دوسرے لیڈروں کو نوٹس جاری کیا ہے کہ وہ پیپلز ورکس پروگرام کا حساب پیش کریں ۔

○ وفاقی حکومت نے ملک میں مقیم غیر ملکی سفارتکاروں ۔ نامہ نگاروں وغیرہ کی حفاظت کے لئے ایمرجنسی سیکیورٹی سیل قائم کیا ہے ۔ پشاور میں امریکی خواتین نے عوام کے خوف کی وجہ سے برقعے پہننے شروع کر دیئے ہیں ۔

غیر ملکی خبریں

○ عراق نے اسرائیل اور سعودی عرب پر سکڈ میزائیلوں سے پھر حملہ کیا ہے اتحادی ذرائع کے مطابق امریکی میزائیلوں نے انہیں فضا میں ہی تباہ کر دیا ۔

○ عراقی فوجوں اور اتحادی افواج کے درمیان زمینی جنگ شروع ہو گئی ہے ۔ عراق نے خود پہل کرتے ہوئے آگے بڑھ کر سعودی عرب کی متعدد چوکیوں پر قبضہ کر لیا ۔ اتحادی افواج نے کہا ہے کہ انہوں نے عراق کے چھ فوجیوں کو گرفتار کر لیا ہے ۔

○ ایرانی خبر رساں ایجنسی نے اطلاع دی ہے کہ اتحادی افواج کی بمباری سے ۳ لاکھ عراقی شہری ہلاک ہو چکے ہیں ۔ ایک لاکھ سے زیادہ افراد صرف بغداد میں ہلاک ہوئے ہیں ۔

○ عراق نے مزید پانچ طیارے مار گرائے ہیں اور چار پائلٹوں کو گرفتار کر لیا ہے ۔ عراق نے کہا ہے کہ اسرائیلی فضائیہ بھی بمباری میں شریک ہے ۔

○ روس کے ایک جرنیل نے کہا ہے کہ خراب موسم محض بہانہ ہے ۔ اتحادی پائلٹوں کے ۹۰ فیصد نشانے غلط لگے ہیں اور عراقی فضائیہ اور ہوائی اڈوں کو کوئی بڑا نقصان نہیں پہنچا ۔

○ روسی جمہوریہ لتھوانیا نے صدر گورباچوف کے مسلسل اصرار کے باوجود اپنا اعلان آزادی واپس لینے سے انکار کر دیا ہے ۔

○ افریقی ملک مالی کے دارالحکومت میں زبردست ہنگاموں کے بعد سیکیورٹی افواج کو متعین کر دیا گیا ہے ۔ شہر میں ٹینک گشت کر رہے ہیں ۔